سُوْرَۃُ النَّصر

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتا دیا تھا کہ جب عرب میں اسلام کی فتح مکمل ہو جائے اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کام مکمل ہو گیا جس کے لیے آپ دنیا میں بھیجے گئے تھے، اس کے بعد آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ اللہ کی حمد اور اس کی تسبیح کرنے میں مشغول ہو جائیں کہ اس کے فضل سے آپ اتنا بڑا کام انجام دینے میں کامیاب ہوئے اور اس سے دعا کریں کہ اس خدمت کی انجام دہی میں جو بھول چوک یا کوتاہی بھی آپ سے ہوئی ہے، وہ معاف فرما دے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات سے پہلے سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ (بعض روایات میں الفاظ یہ ہیں، سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ) کثرت سے پڑھا کرتے تھے، میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! یہ کیسے کلمات ہیں جو آپ نے اب پڑھنے شروع کر دیے ہیں؟'' فرمایا ''میرے لیے ایک علامت مقرر کر دی گئی ہے کہ جب میں اسے دیکھوں تو یہ الفاظ کہا کروں اور وہ یہ ہے: ''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ'' اس سے ملتی جلتی بعض روایات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ اپنے رکوع و سجود میں بکثرت یہ الفاظ کہتے تھے: ''سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ، اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ''۔

ام المؤمنین سیدہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر آپ کے آخری زمانہ حیات میں اٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے یہ الفاظ جاری رہتے: ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ'' میں نے ایک روز پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ کثرت سے یہ ذکر کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے، پھر آپ نے یہ سورۃ مبارکہ (سورۃُ النصر) پڑھی۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب سے یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ ذکر فرماتے رہتے: سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ، اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ سُبْحٰنَکَ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِکَ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ

معلوم یہ ہوتا ہے کہ مختلف اوقات میں الفاظ کی تھوڑی بہت تبدیلی سے زبان مبارک سے رب کائنات کی تسبیح و تحمید اور اس کے حضور اس کی رحمت اور بخشش کی طلب جاری رہتی تھی اور اس میں امت کے ہر فرد کو تاکید اور نصیحت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور تقلید کرے۔

سُوْرَةُ النَّصر

آیات:۳ رکوع:۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ(۱) وَ رَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِيۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا(۲) فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا(۳)﴾

جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ پہنچے اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیں، تو آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجیے اور اس سے مغفرت کی دعا کیجیے، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ﴾ جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ پہنچے۔

اِذَا جب، جَآءَ آن پہنچے ماضی واحد مذکر غائب (جَاءَ، یَجِیءُ) آنا، ملنا، نَصۡرُ مدد، وَالۡفَتۡحُ اور فتح۔

﴿وَ رَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِيۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا﴾

اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیں۔

وَ رَاَيۡتَ اور آپ دیکھیں، ماضی واحد مذکر حاضر (رَاٰی، یَرٰی، رُؤۡيَةً) دیکھنا، النَّاسَ لوگوں (کو) يَدۡخُلُوۡنَ داخل ہوتے ہوئے، مضارع جمع مذکر غائب (دَخَلَ، یَدۡخُلُ، دُخُوۡلًا) داخل ہونا، فِيۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اللہ کے دین میں، اَفۡوَاجًا فوج در فوج، جوق در جوق۔

﴿فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا﴾

تو آپ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجیے اوراس سے مغفرت کی دعا کیجیے، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

فَسَبِّحۡ (ف. سَبِّحۡ) پس۔تسبیح کیجیے(پاکی بیان کیجیے)(سَبَّحَ، یُسَبِّحُ، تَسۡبِیۡحًا)اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا، بڑائی اور عظمت کا اظہار کرنا(سبحان اللہ کے الفاظ زبان سے کہنا) السُّبُّوۡحُ ہر برائی اور بھول سے بالکل پاک، پاک وبرتر، اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے، سُبۡحَانَ اللّٰہِ،اللہ تعالیٰ ہر عیب اور برائی سے پاک ہے،سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ، زمین آسمان کی ہر چیز اس کی پاکی بیان کررہی ہے۔(القاموس الوحید)بِحَمۡدِ رَبِّکَ (ساتھ خوبیوں کے۔رب اپنے کی) حَمِدَ یَحۡمَدُ حَمۡدًا، تعریف کرنا،شکرادا کرنا،اسی کی تعریف ہےاس کےان گنت کمالات پراوراسی کا شکر ہےاس کے لاتعداد احسانات پر،وَاسۡتَغۡفِرۡهُ اوراس سے بخشش کی دعا کیجیے اِسۡتَغۡفِرۡ فعل امر واحد مذکر حاضر، ہٗ کی ضمیر واحد مذکر غائب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف جاتی ہے (اِسۡتَغۡفَرَ، یَسۡتَغۡفِرُ، اِسۡتِغۡفَارٌ) اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہنا، (اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ) میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں،اِنَّهٗ (اِنَّ. ہٗ) بلاشبہ۔وہ ہے،ہٗ کی ضمیر اللہ کی طرف جاتی ہے، کَانَ تَوَّابًا وہ ہے، بہت زیادہ معاف کرنے والا(توبہ قبول کرنے والا)تَوّاب، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو ہر لمحہ اور ہر وقت اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اورانہیں معاف کردیتا ہےلیکن یہ بات بھی ضروری ہے کہ بندے اس کے وفادار اور اطاعت گزار بن کر رہیں۔

جناب محمد عبدالحیٔ صاحب لکھتے ہیں:

”مکہ میں اسلامی تحریک کواپنے ابتدائی تیرہ سالوں میں جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑاوہ انتہائی سخت تھےاوران کے نتیجے میں مسلمانوں کواپنا وطن، کاروبار اور جائیدادیں چھوڑ کرایک دوسرے شہر مدینہ میں پناہ لینا پڑی، یہاں بھی سات آٹھ سال کی مدت میں کسی وقت چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔چاروں طرف سے مخالفوں کے حملوں اورآئے دن ان کی وجہ سے پیدا ہونے والی پریشانیوں کا مقابلہ ہی کرتے

رہنا پڑا، آخرکار اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق اب وہ وقت قریب آ گیا جب اسلام کو عرب کی تمام طاقتوں پر غالب ہونا ہی تھا اور مسلمان جس مکہ سے نکالے گئے تھے وہاں انہیں فاتح کی حیثیت سے داخل ہونا تھا، اسلامی تاریخ میں یہ بڑا اہم واقعہ ہے اور اس کا نام فتح مکہ ہے، یہ فتح، ہجرت کے آٹھویں سال رمضان کے مہینے میں حاصل ہوئی، فتح مکہ دراصل کسی ایک شہر پر مسلمانوں کے قبضے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ وہ آخری ضرب تھی جس کے بعد عرب میں کفر کا زور بالکل ٹوٹ گیا اور تاریخ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اب اس ملک میں اسلام ہی کو غالب ہو کر رہنا ہے، اس واقعہ کی اصل اہمیت اسی لحاظ سے ہے۔

جب کوئی تحریک یا نیا طرز فکر لوگوں کے سامنے آتا ہے تو ایک عرصے تک اسے ایسے لوگوں سے نمٹنا پڑتا ہے جو اپنی روش کو کسی قیمت پر چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور آخر وقت تک عقیدوں اور اپنے رواجوں اور اپنے باپ دادا کے طریقوں سے چمٹے رہتے ہیں، ساتھ ہی ایسے لوگ بھی برابر بڑھتے رہتے ہیں جو اس نئی تحریک کا ساتھ دیتے ہیں اور نئے افکار کو قبول کر لیتے ہیں، ایک عرصے تک دونوں میں کش مکش جاری رہتی ہے۔ اس مدت میں عام لوگوں کی ایک بڑی تعداد آخری نتیجوں کا انتظار کرتی رہتی ہے، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے ذہن اور مزاج کے اعتبار سے خود کسی فیصلے پر پہنچنے کے بجائے یہ انتظار کرتے رہتے ہیں کہ دیکھیں آخر میں کس کا پلہ بھاری رہتا ہے، چنانچہ جب اس کشمکش کے نتیجے میں کسی ایک گروہ کو غلبہ حاصل ہو جاتا ہے تو یہ سب اسی کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں کچھ ایسی ہی صورت حال اس وقت عرب میں بھی تھی، ایک طرف اسلامی عقیدے اور اسلامی افکار کی تبلیغ ہو رہی تھی، دوسری طرف لوگ اس کی مخالفت پر کمر باندھے ہوئے تھے اور ایک عرصہ سے دونوں میں کش مکش جاری تھی، اسلام کا پلہ رفتہ رفتہ بھاری پڑتا جا رہا تھا، اب وہ وقت آ گیا تھا کہ اسلام اور کفر کے درمیان آخری فیصلہ ہو جائے، یہ فیصلہ فتح مکہ کی صورت میں سامنے آیا، مکہ فتح ہونے کے بعد کفر نے میدان چھوڑ دیا اور وہ لوگ جو آخری فیصلے کے انتظار میں تھے، اسلام کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے لگے، یہاں تک کہ پورے ملک سے شرک اور کفر کا نام و نشان مٹ گیا۔

تحریکوں کے علمبرداروں کے لیے فیصلے کا یہ وقت بڑا نازک ہوتا ہے، عام طور پر دنیوی مفاد پر اٹھنے والی تحریکوں کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر ان کے نام لیوا آپے سے باہر ہو جاتے ہیں، وہ تحریک کی

کامیابی کو اپنا کارنامہ سمجھتے ہیں اور اپنی تدبیروں، جاں نثاریوں اور قربانیوں کا ذکر بڑے فخر سے کرتے ہیں، لیکن یہ بات ایک اسلامی تحریک کے مزاج کے بالکل خلاف ہے، مؤمن کے سوچنے کا ڈھنگ عام لوگوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے، وہ کبھی ایک لمحے کے لیے بھی یہ نہیں سوچتا کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ محض اس کی اپنی کوشش کا نتیجہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اصل طاقت اللہ کے ہاتھ میں ہے، جو کچھ ہوتا ہے اسی کی منشا سے ہوتا ہے اور بندہ جو کچھ کرتا ہے وہ اسی کی دی ہوئی توفیق سے کرتا ہے، سورۃ ختم کرتے ہوئے اسی ذہن کو نہایت مؤثر الفاظ میں تقویت دی گئی ہے، فرمایا گیا ہے کہ دیکھو اب عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تمہیں اس ملک میں سربلندی اور غلبہ حاصل ہوگا، اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی اور مکہ فتح ہو جائے گا اور اتنا ہی نہیں بلکہ اس وقت تم دیکھو گے کہ سارا ملک اسلام کے غلبہ کے سامنے ہتھیار ڈال دے گا اور لوگ جوق در جوق اللہ کے دین میں داخل ہونے کے لیے تمہاری طرف بڑھیں گے، یہ وقت بڑا نازک ہوگا کہیں ایسا نہ ہو کہ اس وقت تم سے کوئی کوتاہی ہو جائے اور ایک مدت تک پریشانیاں اور تکلیفیں جھیلنے کے بعد اپنی حالت کی اس تبدیلی پر تم کسی قسم کی غلطی کر بیٹھو، مثلاً اپنے مخالفوں سے بدلہ لینے کے لیے تم بھی ان کے ساتھ ویسا ہی عمل کرنے لگو جیسا انہوں نے تمہارے ساتھ کیا یا تمہارے دل میں کسی درجہ میں یہ خیال آنے لگے کہ یہ فتح تمہاری اپنی کوششوں اور قربانیوں کا نتیجہ ہے یا اللہ نہ کرے آرام اور آسائش کی کیفیت میں تمہارا تعلق اس سے کمزور پڑنے لگے، اگر کہیں ایسا ہوا تو یہ حقیقت میں ایک بڑی ناکامی ہوگی۔ اس سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہر حال میں تم اپنے رب کی حمد و ثنا کرتے رہو، اسی کی تسبیح میں لگے رہو اور اس یقین کو ہر وقت زندہ اور تازہ رکھو کہ اصل طاقت اسی کی ہے، جو کچھ ہوگا اسی کے فضل سے ہوگا، اس کی منشا کے بغیر کچھ بھی نہ ہو سکے گا اور ساتھ ہی اس سے اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہتے رہو، کیوں کہ انسان بہر حال اپنے اندر بہت سی کمزوریاں رکھتا ہے جن کی وجہ سے قدم قدم پر اس سے غلطیاں ہو جاتی ہیں، وہ بھول جاتا ہے، وہ غفلت کا شکار ہو جاتا ہے، جذبات اور خواہشات اس پر قابو پا لیتے ہیں، اس لیے اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ انسان اپنی کمزوریوں پر نظر رکھے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے مغفرت طلب کرتا رہے بلاشبہ وہ اپنے بندوں کے حال پر بڑا ہی مہربان ہے، وہ ان کی کوتاہیوں اور غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے اور انہیں صحیح راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا رہتا ہے۔" (آسان تفسیر)

آیاتِ مبارکہ کی حکمت وبصیرت:

۱) فتح مکہ دراصل اس شاندار فتح کا آغاز تھا جس میں کفر کا زور ٹوٹ گیا تھا اور تاریخ نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ اب اس ملک میں صرف اسلام کا بول بالا ہوگا، ادھر فتح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق اور حسنِ سلوک نے لوگوں کے دلوں کو فتح کر لیا تھا، وہ لوگ جنہوں نے تیرہ برس آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کے لیے مکہ کی سرزمین تنگ کر دی تھی اور انہیں ہر طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں دی تھیں آپ ﷺ نے ان سب کو معاف کر دیا، آپ کے اس رویہ کو دیکھ کر سینکڑوں اور ہزاروں لوگ مسلمان ہو گئے، پھر یہ سلسلہ بفضل تعالیٰ پھیلتا ہی چلا گیا، فتح مکہ 8 ہجری میں ہوئی، 9 ہجری کو سال وفود کہا جاتا ہے جس میں عرب کے گوشے گوشے سے وفد پر وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے لگے یہاں تک کہ 10 ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے گئے تو اس وقت پورا عرب اسلام کے زیر نگیں آ چکا تھا۔ (الحمدللہ) یہ تمام تر فتوحات اللہ کے فضل سے ہوئیں، اس لیے حکم ہوتا ہے کہ اس کے شکر گزار اور احسان مند رہو، تمہاری زبانیں اسی کی تسبیح وتحمید سے تر ہو جائیں اور اپنی خطاؤں اور غلطیوں پر اسی کے حضور توبہ واستغفار کرو۔

سیرت طیبہ کا مطالعہ کیجیے کہ فتح مکہ پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں داخل ہوئے تو اونٹنی پر سوار تھے اور جبین نیاز رب ذوالجلال کے حضور جھکی ہوئی تھی اور زبان پر اسی کی حمد وثنا جاری وساری تھی۔ اس موقع پر نہ شادیانے تھے نہ نقارے، نہ شور وشغب اور نہ فتنہ وفساد، نہ لوٹ مار اور نہ قتل وغارت، شاید دنیا نے پہلی دفعہ پرامن فتح کا نظارہ کیا ہوگا، جتنی پرسکون یہ فتح تھی اس سے کہیں زیادہ اس کا فاتح امین اور سلامتی والا تھا۔ اس نیلگوں آسمان کے نیچے اس سے زیادہ سلیم اور حلیم نہ پیدا ہوا اور نہ ہوگا، یہ بھی اسی رب قدیر کا فضل تھا۔

۲) یہ آیات امت مسلمہ کے لیے لمحہ فکریہ مہیا کرتی ہیں، ہمارے اسلاف کا سیل رواں کہیں تھمتا نہ تھا، وہ جہاں جاتے، فتح ونصرت ان کے قدم چومتی اور وہ وہاں امن اور سلامتی کے جھنڈے گاڑ دیتے اور

ہر وقت اللہ کی رحمت ان کے شامل حال ہوتی۔ آج وہی امت ذلت اور خواری کی عمیق کھائی میں گری پڑی ہے اور ہر طرف سے اس پر نکبت وادبار کی گھٹا چھا رہی ہے۔

۳) یہ آیات پاکستانی قوم کے لیے بھی عظیم پیغام رکھتی ہیں، ہم نے یہ ملک لاتعداد جانی و مالی قربانیوں سے حاصل کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزادی کی نعمت سے بہرہ ور فرمایا، حصول وطن کا مقصد صرف اور صرف ایک ہی تھا کہ یہاں پر رب کائنات کے قانون کا نفاذ ہوگا تاکہ ہر شخص اس گہوارۂ امن میں باعزت زندگی گزار سکے، پاکستان معرض وجود میں آئے اٹھاون برس کا طویل عرصہ بیت چکا ہے مگر افسوس کہ ہمارا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ ہم ہر سال یوم آزادی مناتے ہیں اور یہ دن شکرانے اور محاسبے کے بجائے شور وغل اور کھیل تماشوں میں گزار دیتے ہیں اور اس لہو ولعب میں کئی قیمتی جانیں بھی ضائع کر دیتے ہیں، جو یقیناً بہت بڑا جرم ہے اور یوم جزاوسزا اس کا حساب دینا ہوگا۔

۴) مسلمانو! ذرا ہوش کے ناخن لو! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب ''قرآن حکیم'' موجود ہے اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی جیتی جاگتی تصویر ہے، تم اپنے رب کو بھلا چکے ہو حالانکہ وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلا رہا ہے۔

..................o..................